جماعت اسلامی ہند

حقائق اور الزامات

مولانا ابوالليث اصلاحی ندوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعدِ حمد و ثنا،

جماعت اسلامی یوں تو کچھ زیادہ پرانی جماعت نہیں ہے۔ ۱۹۴۱ء میں اس کا قیام عمل میں آیا تھا لیکن وہ جو پیغام اہلِ ملک کے سامنے پیش کرتی ہے وہ کوئی نیا نہیں بلکہ بہت پُرانا ہے، اتنا ہی پُرانا جتنا کہ اس دنیا میں انسان کا اپنا وجود۔ وہ اس پیغام کو لے کر اُٹھی ہے جس کی دعوت سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے پیش کی تھی جن پر تمام بنی نوع انسان کا سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔ وہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت حوا علیہا السلام تمام انسانوں کے لیے خواہ وہ روئے زمین کے کسی خطہ کے رہنے والے ہوں اور کسی بھی قبیلہ و خاندان سے تعلق رکھتے ہوں، ماں باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جب ان کی اولاد دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئی تو وہی پیغام ان کی نسل سے اُٹھنے والے لوگ پیش کرتے رہے ہیں جن کو ہم نبی اور رسول کہتے ہیں۔

دنیا کا کوئی خطّہ ایسا نہیں ہے جس میں یہ پیغام پیش کرنے والے اور اس کی یا دہانی کرانے والے نہ آئے ہوں۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے اپنی طرف سے کوئی نیا پیغام پیش نہیں فرمایا ہے بلکہ اسی پرانے پیغام کو ان انسانی آمیزشوں سے پاک کرکے پیش فرمایا ہے جو مرورِ زمانہ کے ساتھ قدرتی طور پر مختلف اسباب سے اس میں داخل ہوگئی تھیں اور ساتھ ہی زمانہ کے ارتقا کے ساتھ جو نئی ضرورتیں پیدا ہوگئی تھیں۔ آپؐ نے اپنے اس پیغام میں ان کی تکمیل بھی فرمادی ہے۔ یہ پیغام خود اس دنیا کے خالق و مالک کا بھیجا ہوا پیغام تھا اور اسی حیثیت سے تمام نبیوں نے اسے پیش فرمایا تھا۔ یہی دینِ اسلام ہے جو اللہ کا بھیجا ہوا اور اس کا پسندیدہ دین ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (ترجمہ) اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ (آل عمران : ۱۹)

اور اب اس دینِ اسلام کے سوا کوئی دین اس کے یہاں مقبول نہیں ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (آل عمران : ۸۵) (ترجمہ) اس فرمان برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔

اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اس کی جو تہذیب و تکمیل ہوئی ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ : ۳) (ترجمہ) آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت

تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے"۔

اسلام کی بنیادی تعلیمات

اس دین کی بنیادی باتیں تین ہیں۔ توحید، رسالت اور جزا و سزا کا عقیدہ۔

توحید کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کائنات کا خالق و مالک اور فرماں روائے حقیقی ہے اور وہ اپنی ذات و صفات میں تنہا و یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔

رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ابتدائے آفرینش سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء و رسل بھیجے ہیں، ان سب کو اس کا فرستادہ سمجھا جائے اور جس راستہ کی طرف وہ دعوت دیتے رہے ہیں اسی کو واحد راہِ نجات سمجھا جائے اور اس کے سوا کسی اور طریقہ کی پیروی نہ کی جائے۔

جزا و سزا پر عقیدہ یہ معنی رکھتا ہے کہ انسان اس دنیا میں اچھے اور بُرے جو کام بھی کرتا ہے ایک دن اس کا انجام لامحالہ اس کے سامنے آئے گا اور اسی کے مطابق وہ اچھے یا بُرے انجام سے دوچار ہوگا۔

ان بنیادی باتوں کی اساس پر اسلام نے بہت سے تفصیلی احکام و ہدایات دی ہیں جن کی رو سے اس کی حیثیت ایک مکمل ضابطۂ حیات کی قرار پاتی ہے جو انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہے۔ یہ ضابطۂ حیات جس طرح رضائے الٰہی اور فلاحِ آخرت کا ضامن ہے اسی طرح وہ دنیوی مسائل کے موزوں حل کے لیے ایک بہترین نظامِ زندگی بھی ہے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کی صالح اور ترقی پذیر تعمیر اسی کے قیام سے

ممکن ہے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جہاں اور جس حد تک اس ضابطۂ حیات کو اپنایا گیا اس کا ثمرہ و نتیجہ اس کے اور دوسرے لوگوں کے لیے ہر طرح کی خیر و برکت کی شکل میں سامنے آیا اور جہاں بھی اور جس حد تک بھی اس سے انحراف کیا گیا اس کا نتیجہ طرح طرح کی خرابیوں اور تباہیوں کی شکل میں برآمد ہوا۔ خود قرآن مجید میں زمانہ کو گواہ بنا کر فرمایا گیا ہے : وَالعَصْرِۙ اِنَّ الاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورۂ عصر)

(ترجمہ) "زمانے کی قسم! انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"

انسانی فطرت

انسان فطرتاً دین پسند واقع ہوا ہے۔ چنانچہ اسی لیے آج بھی انسانوں کی اکثریت کسی نہ کسی شکل میں اس دنیا کے لیے ایک خالق و مالک کے وجود کو تسلیم کرتی، جزا و سزا کا عقیدہ رکھتی اور اچھے لوگوں کا نام جن کو نبی اور رسول کہا جاتا ہے، عزت و احترام کے ساتھ لیتی ہے ـــ حتیٰ کہ جن ملکوں میں ملحدانہ نظریات پر مبنی حکومتیں قائم ہیں وہاں بھی مذہب کے استیصال کے لیے ان کی ہر طرح کی کوششوں کے باوجود مذہب کے نام لیوا بہت بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور وہ ان کو دبانے اور فنا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں۔ اور جہاں تک ہمارے اپنے ملک ہندوستان کا تعلق ہے، یہ تو ہمیشہ ہی سے مذہب کا ایک خاص گہوارہ رہا ہے اور اب بھی یہاں ملحدانہ نظریات کے فروغ کے لیے ہر طرح کی کوششوں کے باوجود ملک کی اکثریت کسی نہ کسی مذہب ہی سے وابستہ ہے،

اور مذہب کی بنیادی حقیقتوں کو کسی نہ کسی شکل میں تسلیم کرتی ہے۔

ان حقائق کے پیشِ نظر جماعتِ اسلامی جو دعوت اہل ملک کے سامنے پیش کرتی ہے وہ ان کے لیے کم از کم قابلِ توجہ تو ہو ہی سکتی ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ بڑی حد تک ایسا ہو بھی رہا ہے تاہم ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس کی جس طرح پذیرائی ہونی چاہیے وہ نہیں ہو رہی ہے، جس کی بڑی وجہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ بہت سے لوگ جن کے مفادات اس دعوت سے متاثر ہوتے ہیں یا جو لوگ ہماری اصل دعوت سے ابھی پوری طرح واقف نہیں ہو سکے ہیں اور طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہیں، وہ ہمارے خلاف بہت سی بے بنیاد باتیں پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہم اپنی دعوت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ راستہ کی اس رکاوٹ کے دُور کرنے پر بھی اپنا کچھ وقت صرف کریں۔

اس طرح کی باتیں تو بہت ساری ہیں لیکن میں ان میں سے چند کا یہاں تذکرہ کرکے مختصراً ان کی حقیقت واضح کرنی چاہتا ہوں۔

جماعت اسلامی پر ملک دشمنی کا الزام

ہم پر ایک الزام ملک دشمنی کا بھی ہے اور اس کے ذیل میں جو بات بطور دلیل پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم قومی دھارے کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں یا اس کے مخالف ہیں۔

یہ بات مختلف حلقوں سے بار بار دُہرائی جاتی ہے لیکن آج تک اللہ کا کوئی بندہ واضح طور پر یہ بتا نہیں سکا کہ قومی دھارے سے کیا مطلب ہے۔ اگر اس سے مراد کوئی مخصوص مذہب، کوئی مخصوص تہذیب یا کوئی مخصوص زبان وغیرہ اختیار کرنا ہے تو یہ سراسر غیر عقلی، غیر عملی بلکہ خود دستورِ ہند کے مزاج اور اس کی بہت سی تصریحات کے بالکل منافی بات ہے۔ انسان ایک

صاحب شعور ہستی ہے اور تمام انسانوں کے سوچ بچار کا کوئی ایک طریقہ نہیں ہے اور نہ سب کا ایک متعین نقطۂ نظر پر متفق ہونا عملاً ممکن ہے، اور اگر اس بارے میں جبر و تشدّد سے کام لیا جائے تو اسی کا نام "فسطائیت" ہے جس کو موجودہ مہذب دنیا رد کر چکی ہے اور یہ مسلّمہ بین الاقوامی قوانین اور اصولوں کے قطعاً منافی ہے۔ چنانچہ خود دستورِ ہند کے معماروں نے بھی یہاں کے دستور میں اس غیر عقلی، غیر علمی اور مسلّمہ بین الاقوامی اقدار کے منافی اس بات کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رکھی ہے۔ دستورِ ہند صراحت کرتا ہے کہ یہاں کا ہر شہری اپنی پسند کے مطابق کوئی بھی مذہب اور طریقۂ زندگی اختیار کر سکتا ہے بلکہ وہ اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کا بھی مجاز ہے۔ اور مذہب ہی کی طرح تہذیب اور زبان وغیرہ کے سلسلہ میں بھی دستورِ ہند نے یہاں کی تہذیبی اور لسانی اقلیتوں کو ان کے تحفظ و بقا کی پوری گارنٹی دی ہے جس کا پاس و لحاظ ضروری ہے۔ ہمارا ملک مختلف مذہبوں، تہذیبوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے مجموعہ ہی کا نام ہے۔ اگر ان دستوری تحفظات کو اس کے حقیقی روح و معنی کے ساتھ ملحوظ نہ رکھا گیا تو نہ صرف یہ کہ یہاں کے مختلف طبقات اور گروہوں میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوگی بلکہ اس کی وجہ سے خود ملک کی وحدت و سالمیت بھی شدید خطرات سے دوچار ہو جائے گی جس کا بہت کچھ اندازہ شمال و جنوب کے موجودہ حالات اور علاقائی اور لسانی بنیادوں پر نئی نئی مختلف پارٹیوں کے وجود میں آنے سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

اور اگر اس قومی دھارے کے نعرہ کا مقصد اکثریت یا برسرِ اقتدار پارٹی کی ہاں میں ہاں ملانے سے ہے تو آخر اس کو فسطائیت اور نازی ازم کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے اور یہاں کی جمہوریت اور آزادی وغیرہ کے ساتھ اس کا کس طرح جوڑ ملایا جا سکتا ہے؟

فرقہ پرستی کا الزام

ہمارے خلاف ایک الزام فرقہ پرستی کا بھی ہے، لیکن قومی دھارے ہی کی طرح اس کی بھی آج تک کوئی متعین تعریف نہیں کی جا سکی ہے۔ اگر فرقہ پرستی کا مفہوم یہ ہو کہ یہاں کی مذہبی تہذیبی اور لسانی اقلیتیں اپنے مذہب، تہذیب اور زبان کا نام لینا چھوڑ دیں اور ان کے تحفظ کے لیے کوئی کوشش عمل میں نہ لائیں تو قومی دھارے ہی کی طرح یہ بھی دستور ہند کے بالکل منافی بات ہے۔ ہاں، اگر اس کی تعریف میں یہ کہا جائے کہ ان کی کوششوں کا تعلق صرف اپنے جائز حقوق کے تحفظ ہی سے نہ ہو بلکہ اس سے تجاوز کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق پر دست درازی بھی اس میں شامل ہو تو بلاشبہ یہ ایک غلط اور قابل اعتراض بات ہوگی اور ایسا کرنا دستورِ ہند کے بھی منافی ہوگا۔ لیکن یہاں یہ بات بہر حال پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اس معنی میں فرقہ پرستی کی کسی حقیقی اور سچے مذہب میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ ان دونوں میں نسبت تضاد کی ہے۔ کوئی سچا مذہبی انسان کسی حال میں اس طرح کی فرقہ پرستی کا شکار ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ وہ عدل و قسط کو کسی حال میں بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اس میں تو مسلمانوں کا منصب ہی یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ روئے زمین پر عدل و قسط کے داعی و علمبردار رہیں جیسا کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو انصاف کے علمبردار اور خدا کے واسطے کے گواہ بنو۔ (النساء: ۱۳۵)

یہی نہیں بلکہ انھیں یہ تلقین بھی فرمائی گئی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و قسط کو پوری طرح ملحوظ رکھیں:

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو،

یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ (سورۂ مائدہ : ۸)

اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم حتی الوسع اپنا عمل اسی کے مطابق رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں بلاشبہ مسلمانوں پر ہونے والی زیادتیوں کا رنج ہوتا ہے اور ہم اس پر احتجاج کرتے ہیں اور اس کا مداوا چاہتے ہیں لیکن ہمارا یہ طرزِ عمل صرف مسلمانوں کے ساتھ مختص نہیں ہے، بلکہ ہمارا یہی رویہ یہاں کے تمام مظلومین کے ساتھ ہے، جیسا کہ ہماری پالیسی و پروگرام میں ملکی مسائل کے ذیل میں اس کو واضح طور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ بلکہ میں اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہی طرزِ عمل دنیا کے تمام مظلومین اور کمزور لوگوں کے ساتھ ہے اور اس کی صراحت بھی ہم نے اپنی پالیسی میں عالمی مسائل کے ذیل میں کر دی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

"ایسے عالمی مسائل جن پر اظہارِ خیال کرنا اخلاق، انسان دوستی اور اسلامی اخوت کا تقاضا ہے مثلاً عالمی امن و امان، بنیادی انسانی حقوق، ہمدردی و انصاف اور آزادی اقوام وغیرہ، جماعت ان پر حسب ضرورت بے لاگ اور منصفانہ اظہارِ خیال کرے گی۔"

اور اپنی اسی پالیسی کی بدولت ہم ملک کے باہر کے مظلومین و مقہورین کے ساتھ بھی بوقت ضرورت اظہارِ ہمدردی کرتے اور ظلم و زیادتی کے خلاف آواز بلند کرتے رہتے ہیں۔

مسلم دنیا سے ربط و تعلّق

مسلم دنیا سے ہمارے ربط و تعلق کو بھی کچھ خاص معنی پہنا کر ہمارے خلاف طرح طرح کی غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی اختصار کے ساتھ کچھ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

جماعت اسلامی ہند کے دستور میں یہ صراحت کردی گئی ہے کہ ہمارا دائرۂ کار ہندوستان تک محدود ہے اور اس کے رکن صرف ہندوستانی شہری ہی ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ کچھ دوسرے ملکوں میں بھی جماعت اسلامی یا اس سے ملتے جلتے ناموں کے ساتھ کچھ جماعتیں قائم ہیں اس لیے سمجھا جاتا ہے کہ ہمارا ضرور ہی ان سے کوئی خاص ربط و تعلق ہوگا۔ اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ جہاں تک بیرونی ملک کی کسی مسلم جماعت سے کسی باضابطہ ربط کا سوال ہے اس سلسلہ میں یہاں کوئی شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔ جماعت اسلامی ہند اپنا ایک مستقل وجود رکھتی ہے، اس کا خود کا طے کردہ ایک نظم اور طریقۂ کار ہے اور وہ ہر حال میں اس کی پابند رہے ـــــ البتہ ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ مسلم دنیا کی ان جماعتوں سے جو ہمیں ایک خاص قلبی لگاؤ ہے اور ان کی جدوجہد کو ہم پسندیدہ نظر سے دیکھتے ہیں جو اسی مقصد اور نصب العین کے لیے کام کر رہی ہیں جو ہمارا اپنا نصب العین ہے یا جس کے ملتے اس سے ملتا جلتا کوئی نصب العین ہے۔ لیکن کیا اس طرح کا قلبی لگاؤ کسی پہلو سے قابلِ اعتراض قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ اس زمانہ میں یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ آدمی اپنے احساسات و جذبات کو بھی صرف اپنے یا اپنے ملک کی حد تک محدود رکھ سکے؟ اور عملاً ہم یہ دیکھ بھی رہے ہیں کہ یہاں کے بہت سے دوسرے لوگوں یا یہاں کی دوسری جماعتوں کا حال بھی کچھ اس سے مختلف نہیں ہے اور بیرون ملک کی دوسری مسلم جماعتوں ہی سے نہیں بلکہ میں برملا کہنا چاہتا ہوں کہ اسلامی اخوت کے رشتہ سے دنیا کے تمام مسلمانوں کے ساتھ ہمارا ایک گونہ قلبی لگاؤ ہے اور ہم کسی حال میں اس سے دستکش نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہمارا یہ رشتہ اسلام کے تعلق سے ہے اس لیے وہ کسی حال میں بھی ان کی کسی بیجا پاسداری کے مترادف نہیں ہو سکتا، وہ بہر حال اخلاق و عدل و انصاف اور اس کے تقاضوں کی رعایت ہی پر مبنی ہوگا۔ پھر اسی کے ساتھ ہمارے طرزِ عمل کا یہ پہلو بھی سامنے رہنا چاہیے کہ اخوت اسلامی ہی کی طرح ہم انسانیت کے رشتہ کو بھی پوری اہمیت دیتے ہیں۔ ہمیں مسلمانوں کے علاوہ دنیا

کے تمام انسانوں سے انسانیت کے رشتے سے محبّت اور ہمدردی کا تعلق ہے لیکن وہ بھی اخلاق اور عدل و انصاف اور اس کے تقاضوں کی رعایت کے ساتھ مشروط ہے۔ اس محبت و ہمدردی کی تازہ مثال جماعت اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کی حالیہ قراردادیں بھی ہیں۔ اس کی ایک قرارداد میں جہاں امریکہ اور روس کی ان کوششوں کی مذمّت کی گئی ہے جو اسلحہ کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے کر رہے ہیں اور جن سے دنیا کے وجود کو بھی سخت ترین خطرہ لاحق ہو گیا ہے، وہیں ہم نے روس اور امریکہ کی اس حیثیت سے بھی مذمّت کی ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے ملکوں کو ہڑپ کرنے کے درپے ہیں اور اس ذیل میں ہم نے افغانستان پر روسی یلغار اور گرینیڈا پر امریکہ کی دست درازی کی خاص طور سے نشاندہی کی ہے۔

زبردستی مسلمان بنانا

ہمیں اس حیثیت سے بھی بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہم غیر مسلموں اور خاص طور سے ہریجنوں کو زبردستی یا دولت وغیرہ کا لالچ دے کر مسلمان بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

میں اس سلسلہ میں چند باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں:

پہلی بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے کو اس کا مکلف اور اس کے لیے اس کے سامنے اپنے کو جوابدہ سمجھتے ہیں کہ جو دین اس نے ہمیں عطا فرمایا ہے ہم حتی الوسع اس سے دوسروں کو بھی روشناس کرانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ ہمارے کاموں میں اس کو اوّلین اہمیت حاصل ہے، کیونکہ ہمارے اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق یہی امّت مسلمہ

کا حقیقی منصب و مقام ہے جو قرآن کی بہت سی آیتوں اور رسول اللہ ؐ کے بہت سے ارشادات میں بصراحت مذکور ہے اور ہمارے نزدیک اللہ کا بھیجا ہوا یہ دین تمام بنی نوعِ انسان کے لیے ایک عظیم نعمت کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے خلق خدا کو اس سے روشناس کرانا خود ان کی خیر خواہی کا بھی ہم عین تقاضا سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ کام ہم اس لیے انجام دینا نہیں چاہتے کہ ہمیں مسلمانوں کی تعداد بڑھانے سے کوئی دلچسپی ہے۔ مسلمانوں میں ہمارے کام کا اصل مدعا یہ ہے کہ وہ اچھے مسلمان بنیں اور اپنے حقیقی منصب و مقام کو پہچان کر اپنا رویہ اس کے مطابق بنانے کی کوشش کریں، اور غیر مسلم حضرات میں دعوت و تبلیغ کا جو کام ہم انجام دے رہے ہیں اس کا مدعا بھی یہی ہے کہ سب سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ان کی غلط فہمیاں دور ہوں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کے تقاضوں سے آگاہ ہو کر اپنے عمل میں اچھی تبدیلیاں پیدا کریں جس کے بعد وہ یقیناً ملک کے اچھے شہری بن سکیں گے۔ اس سے آگے ہم ان سے یہ بھی چاہتے ہیں کہ جماعتِ اسلامی جو اصلاحی اور رفاہی کام انجام دے رہی ہے ان میں ان کا تعاون حاصل ہو سکے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ جو معاون کہلاتے ہیں ان کاموں میں عملاً حصّہ لے رہے ہیں۔

پھر ہم غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ کا جو کام کر رہے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں اس کا تعلق صرف ہریجنوں سے ہے بھی نہیں۔ ہم تمام غیر مسلم حضرات تک اپنا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں خواہ وہ اعلیٰ ذات سے طبقوں سے تعلق رکھتے ہوں یا پسماندہ طبقات سے، بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ ہم اپنی دعوت میں ملک کے دانشور اور تعلیم یافتہ طبقہ کو اولین حیثیت دیتے ہیں کیونکہ ان سے ہماری زیادہ اچھی توقعات وابستہ ہیں۔

دوسری بات مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ ہمارے اپنے عقیدہ کے مطابق کسی شخص کو جبراً یا مال و دولت وغیرہ کا لالچ دے کر مسلمان بنانا اسلامی احکام و تعلیمات کے قطعاً منافی ہے۔ قرآن مجید میں لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے) کہہ کر صاف صاف اس

کی ممانعت کی گئی ہے۔ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ شخص جو اسلام کو سمجھے بغیر اسے قبول کرتا ہے اس کا قبولِ اسلام نہ اس کے کچھ کام آنے والا ہے اور نہ ایسے نام نہاد مسلمانوں سے خود مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ایسے لوگ تو طرح طرح کی مصیبتوں اور زحمتوں ہی کے موجب ہوں گے۔

اس الزام کا ایک شاخسانہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذیل میں تمام مسلمانوں اور ان کے ساتھ جماعتِ اسلامی کو بھی مطعون کیا جا رہا ہے کہ ان کے پاس باہر سے پٹرو ڈالر بڑی تعداد میں آ رہا ہے جسے وہ ہریجنوں کو مسلمان بنانے پر صرف کر رہے ہیں۔

جہاں تک بیرونی ممالک سے پٹرو ڈالر آنے کا سوال ہے وہ تو خود حکومت ہند کو بھی مختلف شکلوں میں حاصل ہو رہا ہے جسے وہ اپنے منصوبوں کی تکمیل اور دوسرے کاموں پر صرف کر رہی ہے اور اس میں اسے کوئی حرج محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں سے کہیں زیادہ غیر مسلم حضرات مسلمان ملکوں میں تجارت و ملازمت وغیرہ کے لیے جاتے ہیں جس کی بدولت ان کی معاشی حالت میں بھی بہتری پیدا ہو رہی ہے اور حکومت کو بھی بہت بڑی مقدار میں زرِ مبادلہ حاصل ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کچھ مسلمان بھی باہر جا رہے ہیں اور وہاں محنت مشقت کر کے کچھ پیسے لاتے ہیں جن سے ان کی معاشی حالت کچھ بہتر ہو رہی ہے تو اس پر کیوں پریشانی محسوس کی جاتی ہے جبکہ وہ اپنی اس کمائی کو اپنی ضروریات اور جائز مصارف پر صرف کر رہے ہیں اور اب تک اس کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکا ہے کہ وہ اپنا سرمایہ ہریجنوں کو مسلمان بنانے پر صرف کر رہے ہیں۔

اور جہاں تک جماعت اسلامی کا تعلق ہے، حکومت نے اسے ان جماعتوں میں شامل کر دیا ہے جو باہر کی کوئی رقم حکومت کے علم میں لائے اور اس کی اجازت حاصل کیے بغیر صَرف نہیں کر سکتی ہیں، چنانچہ اس کے بموجب اگر اسے کبھی باہر سے کوئی رقم تعلیم یا رفاہی کاموں کے سلسلہ میں موصول ہوتی ہے تو وہ فوراً حکومت کو اس سے مطلع کرتی ہے اور حکومت کا رویہ یہ ہے کہ ابھی حال ہی میں ہم نے ایسی ہی

ایک رقم کے سلسلہ میں اطلاع دے کر اسے تعلیمی وظائف وغیرہ پر صرف کرنے کی اجازت حاصل کرنا چاہی تو اس نے اس سے انکار کر دیا اور مجبوراً ہمیں وہ رقم واپس کرنا پڑی۔ درآنحالیکہ ملک کے کتنے ادارے ہیں جن کو اس سے کہیں زیادہ رقمیں باہر سے موصول ہوتی رہتی ہیں اور ان کو ان کے صرف کا مجاز قرار دیا گیا ہے۔ اخبارات میں اس کی فہرستیں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہتی ہیں۔

بہر حال، ہریجنوں کو مسلم بنانے کے لیے پیٹرو ڈالر کے استعمال کے افسانے زیادہ تر اس لیے تراشے جا رہے ہیں کہ اصل حقیقت پر پردہ ڈال دیا جائے۔ ہریجنوں میں سے اگر کچھ لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں یا اسلام کی طرف ان کا رجحان بڑھ رہا ہے تو اس کا اصل باعث دراصل یہ ہے کہ یہ طبقہ مدتوں سے مظلوم رہا ہے۔ وہ اپنی سوسائٹی میں بہت سے بنیادی انسانی حقوق تک سے بھی محروم ہے اور اب جبکہ آزادی کے بعد ان میں تعلیم پھیل رہی ہے اور اس کے نتیجہ میں ان کا شعور بھی بیدار ہو رہا ہے اور ان کو اپنی حالت پر بھی غور کرنے کا موقع مل رہا ہے کہ وہ اسے کس طرح بدل سکتے ہیں اور اس سلسلہ میں وہ اسلام کا بھی مطالعہ کرتے ہیں اور ان کے کچھ لوگ اسے اپنے دکھوں کا علاج پا کر اسے اپنا رہے ہیں تو اس پر واویلا مچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ صورتِ حال پیٹرو ڈالر وغیرہ کے افسانے تراشنے اور خواہ مخواہ مسلمانوں پر الزام تراشیاں کرنے سے بدل نہیں سکتی ہے۔ اس کا اصل علاج اور مداوا یہی ہو سکتا ہے کہ اس مظلوم طبقہ کو انصاف دیا جائے اور اس کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے اور اگر وہ خود اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لیے اپنی پسند سے کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہتے ہوں تو ان کے راستہ میں خواہ مخواہ رکاوٹیں نہ کھڑی کی جائیں۔ یہ طبقہ ہمدردی کا مستحق ہے نہ یہ کہ ان میں کچھ لوگ اگر اپنی مرضی سے بغیر کسی لالچ اور دباؤ کے اسلام قبول کر لیں تو خود ان کو بھی مطعون کیا جائے اور انھیں ان لوگوں کی صف میں لا کھڑا کیا جائے کہ وہ گویا عقل و شعور سے قطعاً عاری لوگ ہیں یا وہ محض مال و دولت کے لیے اپنا

قدیم مذہب آسانی سے ترک کر دینے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں۔ یہ تو ان کی سخت ترین توہین کے مترادف ہے۔ ان باتوں پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں اکثریت کے صاحب شعور بالخصوص اعلیٰ ذات اور طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جب تک اس ماحول کی اصلاح نہ ہو گی جس میں یہ طبقہ مدتوں سے مختلف قسم کی زیادتیوں کا ہدف بنا ہوا ہے، یہ الزام تراشیاں کچھ زیادہ سود مند ثابت نہیں ہو سکتیں۔

آخر میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اس طرح کے اور بھی متعدد الزامات ہیں جو آئے دن جماعتِ اسلامی پر عائد کیے جاتے ہیں۔ میں کہاں تک ان کا تذکرہ کروں۔ بطور نمونہ میں نے کچھ الزامات کا تذکرہ کر دیا ہے۔ اسی پر آپ دوسرے الزامات کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے جیسا کہ پہلے میں نے اشارہ کیا ہے کہ ہمارے خلاف بہت ساری بدگمانیاں محض ناواقفیت کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک ان کے ازالہ کی زیادہ مفید اور بہتر تدبیر یہی ہو سکتی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے پیغام اور کام سے واقف کرائیں۔ ہمارا لٹریچر جو ہر زبان میں میسّر آ سکتا ہے اور اس کے ساتھ کارکنوں کے طرزِ عمل کے مطالعہ سے خود بخود بہت سی غلط فہمیاں بآسانی دور ہو سکتی ہیں۔ براہِ عنایت آپ حضرات بھی اس کے ذریعہ ہمیں سمجھنے کی کوشش کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ